بسم الله الرحمن الرحيم

برکت یا کثرت

آج کا عام انسان اس غلط فہمی کا شکار ہے کہ میرے مسائل کا حل کثرت میں ہے۔ کوئی حکومت والا ہے تو وہ سمجھتا ہے کہ عوام کی کثرت میرے ساتھ ہوگی تو مسئلے حل ہو جائیں گے، کوئی مال والا ہے تو وہ سمجھتا ہے کہ مال کی شرح آمدن زیادہ ہوگی تو مسئلے حل ہو جائیں گے، کوئی فیکٹری والا ہے تو وہ سمجھتا ہے کہ پروڈکشن زیادہ ہوگی تو مسئلے حل ہو جائیں گے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ کثرت سے مسائل حل نہیں ہوتے بلکہ برکت سے مسائل حل ہوا کرتے ہیں۔

برکت یا کثرت

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ وَكَفٰى وَ سَلٰمٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى اَمَّا بَعْدُ. اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ o بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ o وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰى اٰمَنُوْا وَ اتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكَاتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ o سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ o وَ سَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ o وَ الْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ o

عربی زبان کے دو الفاظ اردو زبان میں بھی استعمال ہوتے ہیں۔ ایک کثرت دوسرا برکت۔ کثرت کہتے ہیں مقدار کی زیادتی کو مثلاً ایک آدمی کے پاس مال بہت زیادہ ہو، عمر بڑی لمبی ہو، اولاد زیادہ ہو یہ اولاد کی کثرت، مال کی کثرت اور عمر کی کثرت کہلائے گی۔ برکت کا یہ مطلب ہے کہ چیز ضرورت کے لئے کافی ہو جائے۔ دونوں الفاظ کی حقیقت کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ:

آج کل ہم یہ سمجھتے ہیں کہ ہماری پریشانیوں کا حل کثرت میں ہے۔ ہمارے پاس مال زیادہ ہوگا تو مسئلے حل ہو جائیں گے، عمر لمبی ہوگی تو ہمارے مسئلے حل ہو جائیں گے، اولاد زیادہ ہوگی تو مسئلے حل ہو جائیں گے۔ ہمیں اپنی پریشانیوں کا حل کثرت میں نظر آتا ہے حالانکہ یہ ہماری بہت بڑی غلط فہمی ہے۔ اگر کثرت

میں مسائل کا حل ہوتا تو لاکھوں پتی، کروڑوں پتی اور اربوں پتی لوگوں کی زندگی میں کوئی پریشانی نہیں ہونی چاہئے تھی۔ وہ سب کے سب مطمئن زندگی گزارنے والے ہوتے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ایک مزدور درخت کے سائے تلے میٹھی نیند سو رہا ہوتا ہے جب کہ امراء کو ائیر کنڈیشنڈ کمروں میں بھی نیند نہیں آتی، مزدور آدمی زمین کے اوپر بغیر بستر کے آرام کی نیند سو لیتا ہے لیکن ان کو نرم گدوں کے اوپر بھی نیند نہیں آتی۔ جو شخص دال ساگ کھاتا ہے وہ اطمینان کی زندگی گزارتا ہے، جب کہ ان من مرضی کی غذائیں کھانے والوں کو ڈاکٹر کے پاس جانا پڑتا ہے۔

مسائل جوں کے توں:

آج کل ایک ایسی روٹین بن گئی ہے کہ ہر بندہ کثرت مانگتا ہے۔ جس کی تنخواہ پانچ ہزار ہو وہ سمجھتا ہے کہ چھ ہزار ہوتی تو مسئلے حل ہو جاتے، اگر چھ ہزار ہو جائے تو سمجھتا ہے کہ سات ہزار ہو جاتی تو مسئلے حل ہو جاتے، دس ہزار ہو تو وہ کہتا ہے کہ پندرہ ہزار ہوتی تو مشکلات ختم ہو جاتیں، جس کی بیس ہزار ہو وہ کہتا ہے کہ پچیس ہزار ہوتی تو پریشانیاں ختم ہو جاتیں۔ اسی لئے دعائیں بھی کرواتے ہیں کہ دعا کرو میری تنخواہ بڑھ جائے، اگلا گریڈ مل جائے۔ یہ سمجھتے ہیں کہ اس طرح ہمارے مسئلے حل ہو جائیں گے حالانکہ مسئلے جوں کے توں رہتے ہیں کیونکہ تنخواہ بڑھنے کے ساتھ ساتھ مصارف بھی بڑھتے چلے جاتے ہیں۔ سوچنے کی بات ہے کہ آخر اس کی وجہ کیا ہے؟ ہمارے مشائخ نے اس بات کو اچھی طرح سمجھایا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ کثرت میں مسائل کا حل نہیں ہے۔ اللہ تعالی بندے کو پیسے جتنے دیں گے پریشانیاں اسی حساب سے بڑھا کر دیں گے جس کی وجہ سے وہ بیچارہ ہر وقت پریشان رہے گا۔

ایک خاتون کی پریشانی:

ایک مرتبہ فیصل آباد سے ایک خاتون آئی، میری اہلیہ نے مجھے کہا کہ اس کی بات ضرور سنیں، بڑی پریشان ہے اور جب سے آئی ہے رو رہی ہے۔ اس کو ٹائم دیا۔ پردے میں بیٹھ کر بات کرنے لگی کہ میرا خاوند بڑا مل مالک ہے، امیر آدمی ہے، کھلا پیسہ ہے، شادی کے سات آٹھ سالوں میں اولاد کوئی نہیں ہے مگر یہ پریشانی کی بات نہیں کیونکہ خاوند میرے ساتھ خوشی کی زندگی گزار رہا ہے۔ ہم دونوں کو اس کی وجہ سے کوئی پریشانی نہیں ہے، قسمت میں ہوئی تو ہو جائے گی، نہیں تو جو اللہ کو منظور۔ خاوند مجھے بہت چاہتا ہے، محبتوں والی زندگی گزار رہے ہیں، گھر کا سارا خرچ خاوند نے اپنے ذمے لیا ہوا ہے۔ نوکروں کا خرچہ، باورچی کا خرچہ، گارڈ کا خرچہ، مالی کا خرچہ، یہ تمام اخراجات میرا خاوند خود ادا کرتا ہے۔ جتنے گھر کے بل آتے ہیں، ٹیلی فون، بجلی، گیس وغیرہ کے وہ سب میرا خاوند ادا کرتا ہے۔ گاڑیاں ہیں، ڈرائیور ہیں، کاریں ہیں، بہاریں ہیں، روٹی ہے، بوٹی ہے، اللہ نے یوں تو زندگی میں ہر سہولت دی ہے۔ میری پریشانی یہ ہے کہ میرا خاوند مجھے میرے ذاتی خرچ کے لئے ہر مہینے صرف پچاس ہزار روپیہ دیتا ہے اور میرے خرچے پورے نہیں ہوتے۔ یہ کہہ کر وہ عورت رونے لگ گئی کہ شاید میرے جیسا پریشان دنیا میں کوئی نہیں ہوگا۔ وہ ایسے زار و قطار رو رہی تھی جیسے کسی کی وفات پر کوئی رویا کرتا ہے۔

اس عورت کو اس عاجز نے یہ بات سمجھائی کہ آپ کی پریشانی ختم ہونے والی نظر نہیں آتی۔ آپ کا خاوند آپ کو پچاس ہزار کی بجائے ایک لاکھ روپے ماہانہ بھی دینا شروع کر دے پھر بھی آپ کی پریشانی ختم نہیں ہوگی، دو لاکھ بھی دے

دے پھر بھی ختم نہیں ہوگی، پانچ لاکھ بھی ہر مہینے دے دے پھر پریشانیاں ختم نہیں ہوں گی۔ وہ بڑی حیران ہو کر کہنے لگی کہ پیر صاحب! آپ مجھے بات سمجھائیں کیونکہ مجھے تو کچھ سمجھ نہیں آ رہی کہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ عاجز نے کہا کہ، بی بی! جس راستے سے آپ پریشانیوں کا حل ڈھونڈنا چاہتی ہیں اس راستے سے پریشانیوں کا حل ہوتا ہی نہیں۔ کہنے لگی کہ چاہتی تو ہوں کہ پریشانیاں ختم ہوں۔ عاجز نے کہا کہ، اگر آپ چاہتی ہیں تو اپنی زندگی کو شریعت کے مطابق ڈھالیں، معصیت سے خالی زندگی اختیار کریں، آپ نے گناہوں بھری زندگی سے اللہ تعالیٰ کو ناراض کر لیا ہے۔ آئندہ آپ سنت والی زندگی کو اختیار کر کے اپنے خالق کو راضی کر لیں، آپ کے مال میں برکت آئے گی، تب آپ کی پریشانیاں خود بخود دور ہو جائیں گی۔ آپ کثرت مانگ رہی ہیں کہ وہ پچاس ہزار دیتا ہے تو ایک لاکھ دینا شروع کر دے لیکن یاد رکھنا کہ پھر بھی پریشانیاں رہیں گی۔

خیر عاجز نے یہ بات کہی تو اللہ تعالیٰ نے بات میں برکت رکھ دی۔ لہٰذا کہنے لگی کہ میں سچی توبہ کرنا چاہتی ہوں۔ عاجز نے اس کو توبہ کے کلمات پڑھا کے رخصت کیا۔ الحمد للہ تین چار مہینوں کے بعد اس نے فون کیا، کہنے لگی کہ اب تو میں نماز کی پابند ہو گئی ہوں، برقعہ میں نے کر لیا ہے، ٹی وی چھوڑ دیا ہے۔ وہ عورت کہنے لگی کہ اب تو میں اچھی خاصی مولوی بن گئی ہوں، لیکن ایک بات بڑی عجیب ہے کہ اب میرے مہینے کے خرچے پندرہ ہزار میں پورے ہو جاتے ہیں اور میری باقی رقم یتیموں اور بیواؤں کے اوپر خرچ ہوتی ہے۔

برکت سے مسائل کا حل:

آج کا عام انسان اس غلط فہمی کا شکار ہے کہ میرے مسائل کا حل کثرت میں

ہے۔ کوئی حکومت والا ہے تو وہ سمجھتا ہے کہ عوام کی کثرت میرے ساتھ ہوگی تو مسئلے حل ہو جائیں گے، کوئی مال والا ہے تو وہ سمجھتا ہے کہ مال کی شرح آمدن زیادہ ہوگی تو مسئلے حل ہو جائیں گے، فیکٹری والا ہے تو وہ سمجھتا ہے کہ پروڈکشن زیادہ ہوگی تو مسئلے حل ہو جائیں گے۔ کثرت سے مسائل حل نہیں ہوتے بلکہ برکت سے مسائل حل ہوا کرتے ہیں۔

حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے رزق میں برکت:

ہمارے اسلاف کی زندگیوں میں برکت تھی۔ حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کو مدرسہ سے تین روپے ماہانہ مشاہرہ ملا کرتا تھا۔ اس زمانے میں بہاولپور کے نواب صاحب نے ایک بڑا جامعہ بنایا، یونیورسٹی بنائی۔ علما سے مشورہ کیا تو علما نے کہا، بلڈنگ آپ بنا دیں پھر آپ کو ہم ایک شخصیت بتائیں گے، اس شخصیت کو اگر آپ یہاں لے آئے تو جامعہ آباد ہو جائے گا۔ اس نے کہا، ٹھیک ہے ہیرا تم چن لینا دام میں لگا دوں گا۔ کیونکہ نواب صاحب کو اپنے خزانے پر بڑا امان تھا۔

جب یونیورسٹی بن گئی تو اس نے علما کو بلایا اور کہا کہ آپ کس عالم کو اس جامعہ کا سربراہ بنانا چاہتے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کو جو کہ دارالعلوم دیوبند کے بانی ہیں۔ اس نے پوچھا کہ ان کا وہاں کتنا مشاہرہ ہوگا؟ کہنے لگے کہ مدرسے میں تو تین روپے ہے۔ کہنے لگا کہ وفد بن کر جائیں اور میری طرف سے جا کر کہیں کہ یہاں آپ کو رہنے سہنے اور اٹھنے بیٹھنے کی ہر سہولت موجود ہوگی اور آپ کا ہر مہینے کا مشاہرہ 100 روپے ہوگا۔ 33 گناہ مشاہرہ بڑھ جائے گا، یوں سمجھئے کہ جیسے کوئی تین سو لے رہا ہو

اور اسے کہہ دیا جائے کہ آج سے آپ کی تنخواہ تین لاکھ ہو جائے گی۔ علما کہنے لگے کہ نواب صاحب! اب تو ہم انہیں کسی نہ کسی طرح لے ہی آئیں گے۔ چنانچہ علما بڑے شوق اور دل کی خوشی کے ساتھ وہاں سے چلے کہ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کو لے کر ہی آئیں گے، بس ہمارے بتانے کی دیر ہوگی۔ وہاں گئے، ملے، بیٹھے اور کہنے لگے، حضرت! ہم ایک عظیم مقصد کے لئے حاضر ہوئے ہیں۔ پوچھا، کیا مقصد ہے؟ عرض کیا کہ نواب صاحب نے ایک جامعہ بنایا ہے اور انہوں نے کہا ہے کہ کم از کم ایک لاکھ کتابوں کی لائبریری بنا دوں گا۔ آپ کو علم سے بڑا شغف ہے، اتنی کتابیں تو اور کہیں ایک جگہ مل بھی نہیں سکتیں، آپ کو کل اختیار ہوگا اور آپ کا مشاہرہ بھی 100 روپیہ ہوگا۔

حضرت نے بات سنی تو فرمایا، میں تو بالکل ہی نہیں آسکتا۔ انہوں نے پوچھا، حضرت! وہ کیوں؟ حضرت نے فرمایا، کہ تین روپے اس وقت میرا دارالعلوم میں مشاہرہ ہے اور تین میں سے دو روپے میں اپنے بیوی بچوں پر خرچ کرتا ہوں اور ایک روپیہ میں یتیموں، بیواؤں اور غریبوں پر خرچ کرتا ہوں۔ اس ایک روپیہ کے مستحق لوگوں کو ڈھونڈنے پر بھی مجھے وقت لگانا پڑتا ہے اگر میں بہاولپور آ گیا اور میرا مشاہرہ 100 روپے بن گیا تو میرا تو خرچہ دو روپے ہی رہے گا اور مجھے 98 روپے لوگوں پر خرچ کرنے پڑیں گے۔ اس طرح تو مجھے سارا مہینہ ضرورت مندوں کو ڈھونڈنے میں لگ جائے گا، اس لئے میں وہاں نہیں آسکتا۔ ایسا جواب دیا کہ پھر ان کو بات کرنے کی ہمت ہی نہ ہوئی۔ سبحان اللہ

ہماری حالت:

آخر کیا وجہ تھی ان کے سامنے 100 روپے کی نوکری آئی تھی تو انہوں نے

دھکے دے دیئے جب کہ ہم رو رو کر دعا مانگ رہے ہوتے ہیں کہ اللہ! دو روپے دیئے ہیں اب مجھے تین روپے دینا شروع کر دیجئے۔ اس طرح نہ تو پیسے ملتے ہیں نہ ہی مسئلے حل ہوتے ہیں۔ کہیں نہ کہیں فرق ضرور ہے۔ ہمارے دماغوں میں یہ بات بیٹھ چکی ہے کہ کثرت سے مسئلے حل ہوں گے اور یہ غلط فہمی ہے۔ جب تک یہ غلط فہمی ذہن سے نہیں نکلے گی تب تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمتیں اور برکتیں نہیں آئیں گی۔

ایک چپاتی کھانے کا بدلہ:

چنانچہ دنیا میں ایک بڑا امیر آدمی تھا۔ اس کی بیوی بیمار ہوگئی اور بیماری ایسی تھی کہ ڈاکٹر نے اس کو روٹی کھانے سے منع کر دیا۔ اس کے گھر میں کھانے پکتے تھے، گھر کے اندر مہمان نوازیاں ہوتی تھیں، دعوتیں ہوتی تھیں، سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھ سکتی تھی مگر کھا نہیں سکتی تھی۔ اس نے اخبار میں خبر لگوائی کہ میں اتنے کروڑ روپے اس ڈاکٹر کو دوں گی جو میرا اتنا علاج کرے کہ میں دال چپاتی دن میں ایک مرتبہ کھا لیا کروں۔

غیروں کی محتاجی:

ہم ہر چیز کی کثرت مانگتے ہیں مثلاً ہم کہتے ہیں کہ شالا عمر دراز ہووی (اللہ کرے آپ کی عمر لمبی ہو جائے)۔ اچھا، اگر اللہ تعالیٰ عمر تو دے ایک سو سال کی مگر پچاس سال کی عمر میں گھٹنوں کا درد شروع ہو جائے تو باقی پچاس سال کیسے گزریں گے۔ کئی ایسے ہوتے ہیں کہ پچاس برس کی عمر میں ہی رکوع سے اٹھتے ہوئے سَمِعَ اللّٰہ کی جگہ ان کے منہ سے ''اوئی اللہ'' نکلتا ہے۔ اس شخص نے عمر مانگی 100 سال کی مگر پچاس سال میں جوڑوں کے درد کا مریض بن گیا۔ اس

طرح پچاس سال کے لئے دوسروں کا محتاج ہو گیا۔ عمر ہوئی 100 سال مگر 70 سال کی عمر میں فالج ہو گیا، اپنا ستر ڈھانپنے میں بھی دوسرے کا محتاج ہو جائے گا۔ اس 100 سال کو کیا کرنا ہے۔ معلوم ہوا کہ کثرت میں ہمارا حل نہیں برکت میں ہمارا حل ہے۔

حضرت مرشد عالم رحمۃ اللہ علیہ کی صحت میں برکت:

حضرت مرشد عالم رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ رب العزت نے ایسی صحت عطا فرمائی تھی کہ ہم جیسے لوگ ان کے سامنے چوزے لگتے تھے۔ نوے سال کی عمر میں نگاہ اتنی تیز تھی کہ اگر خط پڑھنا ہوتا تھا تو عینک ہٹا کر پڑھا کرتے تھے۔ نزدیک کی بینائی اتنی صحیح تھی، نوے سال کی عمر میں سماعت کے لئے کوئی آلہ نہیں لگایا کرتے تھے، کمرے کے کونے میں بھی اگر کوئی کانا پھوسی کرتا تو حضرت سن لیا کرتے تھے، نوے سال کی عمر میں آپ کے بتیس دانتوں میں سے ایک دانت بھی نہیں گرا تھا، طاقت ایسی تھی کہ کبھی کندھے پر ہاتھ رکھ دیتے تو ہم دباؤ کی وجہ سے نیچے بیٹھتے تھے۔ کئی مرتبہ فرماتے تھے کہ مجمع میں ہے کوئی میری عمر والا۔ اکثر مجالس میں تو کوئی اتنی عمر کا ہوتا ہی نہیں تھا اگر کبھی کوئی ہوتا بھی تھا تو اس کی نہ بینائی، نہ شنوائی بلکہ کمر ٹیڑھی ہوئی ہوتی۔ حضرت فرماتے، دیکھو۔ اور عجیب بات کہ حضرت کو شوگر کی بیماری تھی۔

محافظت وضو:

ہمارے حضرت رحمۃ اللہ علیہ رمضان المبارک کے ایام مری میں گزارا کرتے تھے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ روزہ افطار کیا، کھانا کھایا اور کھانا کھانے کے بعد مسجد میں تشریف لے آئے وہاں عشا کی نماز پڑھی، لمبی

تراویح تھی ۔ نماز کے بعد کچھ قراء حضرات آئے ہوئے تھے انہوں نے قرآن سنانا تھا ۔ ایک مصلیٰ وہاں ایسا تھا کہ جس کے بارے میں بتایا گیا کہ اس مصلے پر 36 سال گزر گئے آج تک کسی قاری کو کوئی متشابہ نہیں لگا ۔ ایسے ایسے حضرات وہاں قرآن پڑھنے آتے تھے اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ تو پھر قرآن پاک کے عاشق تھے ۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نفل کی نیت سے پیچھے کھڑے ہو گئے حتیٰ کہ سحری کا وقت ہو گیا ۔

مسجد میں سحری کا کھانا کھایا گیا، حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے سب کے ساتھ مل کے کھانا تناول کیا ۔ کھانا کھا کے ہم لوگ تو بھاگے اور وضو کر کے جلدی آ گئے ۔ جب حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ حضرت ! فجر کی نماز میں ابھی آدھا گھنٹہ باقی ہے آپ وضو تازہ فرما لیجئے ۔ فرمانے لگے، میرا وضو کوئی کچا دھاگہ ہے ۔ شوگر کی بیماری کے باوجود مغرب کے بعد کھانا کھا کر وضو کیا اور سحری کے کھانے کے بعد فرمایا کہ میرا وضو کوئی کچا دھاگہ ہے ۔ اسی وضو سے فجر کی نماز پڑھی، پھر اسی وضو سے درس قرآن دیا، اتنا لمبا درس قرآن کہ اشراق کا وقت ہو گیا ۔ اسی وضو سے اشراق کی نماز پڑھی اور نماز کے بعد ہوٹل کے کمرے میں آ کر وضو کی تجدید فرمائی ۔

صحت میں برکت:

اس عاجز نے ایک مرتبہ حضرت مرشد عالم رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ حضرت ! آپ کی یہ صحت ہماری سمجھ سے بالاتر ہے کچھ اس بارے میں ہمیں بھی فرما دیں ۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے، کہ میں نے ایک مرتبہ لیلۃ القدر پائی اور دعا مانگی کہ اے اللہ ! میری عمر میں برکت عطا فرما دے ۔ یہ برکت

ہے جس نے زندگی کے آخری حصے میں بھی میری صحت کو اچھا کر دیا ہے۔

معزز سامعین ! آپ بتائیں کہ ہمیں کثرت چاہئے یا برکت ؟ اگرچہ 70 سال کی عمر ہو مگر ایسی صحت ہو کہ بندہ کسی کا محتاج نہ ہو اور عبادت میں کوئی رکاوٹ نہ آئے۔

عمر میں برکت کا عجیب واقعہ:

ہم لوگ ایک مرتبہ قزاقستان گئے تو ہمارے ساتھ امریکہ کے بھی کچھ دوست تھے۔ ایک جگہ میزبان نے علما کو دعوت دی۔ اس نے ایک بکرا ذبح کر کے اس کا گوشت بھون کر سب کے سامنے رکھا۔ اب بھنا ہوا گوشت کھانا اچھا تو بڑا لگتا ہے مگر چربی ساتھ تھی۔ چربی سے تو آج کل کے نوجوان بھی گھبراتے ہیں اور ڈاکٹر بھی منع کرتے ہیں۔ ہم لوگ تو چن چن کے وہ بوٹیاں ڈھونڈتے جن کے ساتھ چربی بالکل نہ ہوتی۔ ہمارے ساتھ ایک عالم آ کر بیٹھ گئے جن کی عمر ماشاء اللہ کہیں 95 سال تھی اور وہ صرف چربی کھا رہے تھے۔ ہم لوگ جو چربی اتار کے رکھتے وہ اس کو اٹھا کے کھا لیتے۔ ہمارے لئے اس بات کو برداشت کرنا مشکل ہو گیا کہ اتنی چربی؟ جب ہم پریشان ہو گئے تو انہوں نے چمچ اٹھائی اور جو چربی نیچے شوربے میں تھی وہ بھر بھر کے پینا شروع کر دی۔ چربی کی بوٹی کھاتے اور اوپر سے چربی کی چمچ پی لیتے۔ یا اللہ! اب تو ہمارے ہاتھ سے صبر کا دامن چھوٹ گیا۔ اس عاجز نے پہلے ان سے سلام دعا تو کیا ہی تھا اب ذرا تھوڑی سی بات بڑھائی اور ان سے پوچھا کہ آپ کی عمر کتنی ہو گی؟ کہنے لگے، 95 سال۔ عاجز نے پوچھا کہ صحت ٹھیک رہتی ہے؟ فرمانے لگے کہ پچانوے سال کی عمر میں آج تک میں نے اپنے ہاتھوں سے

ایک گولی بھی اپنے منہ میں نہیں ڈالی، میں نے آج تک کسی ڈاکٹر کو اپنا ہاتھ نہیں دکھایا۔ ہم لوگ ان کا منہ تکتے رہ گئے۔ یہ عمر میں برکت ہے۔

کروڑوں پتی لوگوں کے قرضے:

جب اللہ تعالیٰ مال میں برکت دیتا ہے تو جتنا مال ہوتا ہے تھوڑا یا زیادہ وہ اس کی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے کافی ہو جاتا ہے۔ چنانچہ آپ کئی لوگوں کو دیکھیں گے کہ چھ سات بچے ہیں، دو تین ہزار روپے کماتے ہیں لیکن انہوں نے کسی کا قرضہ نہیں دینا ہوتا۔ دوسری طرف بعض کروڑوں پتی ہیں مگر انہوں نے بنکوں کے کروڑوں کے قرضے بھی دینے ہوتے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حافظہ میں برکت:

آج قوت حافظہ ہے تو سہی مگر قوت حافظہ کی برکت نہیں ہے۔ ہمارے اسلاف کو اللہ تعالیٰ نے قوت حافظہ میں برکت عطا فرما دی تھی۔ چنانچہ مروان بن حکم نے ایک مرتبہ سوچا کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کثرت سے احادیث کی روایت فرماتے ہیں تو ہم بھی ان سے کچھ احادیث سنیں۔ اس نے دعوت دی اور دعوت کے بعد حضرت رضی اللہ عنہ جہاں بیٹھے ہوئے تھے اس نے دو بندوں کو کاغذ قلم دے کر پردے کے پیچھے بٹھا دیا اور کہا کہ ہم کچھ احادیث سنیں گے آپ دونوں وہ تمام احادیث کاغذ پر لکھ لینا۔ دو آدمی اس لئے بٹھائے کہ لکھنے والے کو بھی غلطی پیش نہ آئے۔ چنانچہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس محفل میں سو سے زیادہ احادیث سنائیں اور واپس تشریف لے گئے۔

ایک سال گزرنے کے بعد اس نے پھر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو دعوت دی۔ کھانے کے بعد پھر اسی طرح بٹھایا اور جن لوگوں نے پچھلے سال لکھا تھا ان کو کہہ

دیا کہ اب پھر لکھیں۔ پھر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے فرمائش کی کہ ہم تو وہی احادیث سنیں گے جو آپ نے پچھلے سال سنائی تھیں۔ حضرت نے وہی ایک سو احادیث سنائیں۔ دو بندوں نے کاغذوں پر لکھی ہوئی احادیث کے ساتھ ان کو ملایا ایک حرف کا بھی کہیں فرق نظر نہ آیا۔

یہ قوت حافظہ میں برکت ہے حالانکہ یہ جنگ خیبر کے بعد مسلمان ہوئے تھے اور شروع شروع میں بھول جایا کرتے تھے۔ انہوں نے نبی اکرم ﷺ سے عرض کیا کہ اے محبوب ﷺ! میں بھول جاتا ہوں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ چادر پھیلاؤ اور پھر اپنے دست مبارک سے ایسے اشارہ کیا جیسے کوئی چیز ڈالی، پھر کپڑے کو ایسے کیا جیسے کوئی گٹھڑی باندھ لیتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ میں نے اپنے محبوب ﷺ سے علم کے دو برتن حاصل کئے۔ یہ برکت تھی جو اللہ تعالیٰ نے ان کے قوت حافظہ میں عطا فرمائی تھی۔

عبداللہ ابن ابی داؤد رحمۃ اللہ علیہ کا حافظہ:

یہی قوت حافظہ کی نعمت محدثین کو نصیب ہوئی۔ عبداللہ ابن ابی داؤد رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ اصفہان پہنچے تو وہاں کے علما نے ایک بڑے محدث کا بیٹا سمجھ کر ان کا استقبال کیا اور پھر کہا کہ ہمیں کچھ احادیث سنا دیجئے۔ چنانچہ محفلیں جاری رہیں اور انہوں نے اپنی یادداشت سے 35 ہزار احادیث ان کو سنا دیں۔

امام العسال رحمۃ اللہ علیہ کا حافظہ:

امام العسال رجال الحدیث میں سے ہیں۔ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے قرآن پاک کی قرأت و تجوید سے متعلق 50 ہزار روایتیں زبانی یاد ہیں۔

حضرت ابوذرعہ رحمۃ اللہ علیہ کا حافظہ:

ابوذرعہ رحمۃ اللہ علیہ ایک محدث گزرے ہیں۔ ان کی محفل میں ایک شاگرد آیا کرتا تھا۔ اس کی نئی نئی شادی ہوئی۔ ایک دن محفل ذرا لمبی ہوگئی تو اس کو گھر جانے میں دیر ہوگئی۔ جب وہ رات دیر سے گھر پہنچا تو بیوی الجھ پڑی کہ میں انتظار میں تھی تم نے آنے میں کیوں دیر کی؟ اس نے سمجھایا کہ میں وقت ضائع نہیں کررہا تھا میں تو حضرت کے پاس تھا۔ وہ کچھ زیادہ غصے میں تھی۔ غصے میں کہہ بیٹھی کہ تیرے حضرت کو کچھ نہیں آتا، تجھے کیا آئے گا۔ استاد کے بارے میں بات سن کے تو یہ نوجوان بھی بھڑک اٹھا۔ نوجوان لوگ ہوتے تو آگ ہی ہیں، تیلی لگانے کی ضرورت ہوتی ہے۔ جیسے ماچس کی ڈبیا ہوتی ہے بس رگڑ لگنے کی دیر ہوتی ہے آگ تو پہلے سے اندر ہوتی ہے۔ نوجوانوں کا نفس بھی ایسا ہوتا ہے کہ بیچارے بازار سے گزرتے ہیں آنکھ اٹھتے ہی بس رگڑ لگتی ہے اور شہوت کی آگ بھڑک اٹھتی ہے۔

آمدم برسر مطلب جب بیوی نے یہ کہا کہ تیرے استاد کو کچھ نہیں آتا تجھے کیا آئے گا تو یہ سن کر نوجوان کو بھی غصہ آیا اور کہنے لگا کہ اگر میرے استاد کو ایک لاکھ احادیث یاد نہ ہوں تو تجھے میری طرف سے تین طلاق ہیں۔ اب غصے میں فائرنگ تو دونوں طرف سے ہوگئی۔ ٹھیک ٹھیک نشانے لگائے گئے۔

صبح اٹھ کر ذرا دماغ ٹھنڈے ہوئے تو سوچنے لگے کہ ہم نے تو بہت بڑی بے وقوفی کی۔ بیوی نے خاوند سے پوچھا کہ میری طلاق مشروط تھی اب بتائیں کہ یہ طلاق واقع ہوئی یا نہیں۔ اس نے کہا کہ یہ تو استاد صاحب سے پوچھنا پڑے گا۔ اس نے کہا کہ جائیں پتہ کر کے آئیں۔ چنانچہ یہ نوجوان اپنے استاد کے

پاس پہنچا اور کہا کہ رات یہ واقعہ پیش آیا، اب آپ بتائیے کہ نکاح سلامت رہا یا طلاق واقع ہو چکی ہے۔ان کے استاد یہ بات سن کر مسکرائے اور فرمانے لگے کہ جاؤ تم میاں بیوی والی زندگی گزارو۔ کیونکہ ایک لاکھ احادیث مجھے اس طرح یاد ہیں کہ جس طرح لوگوں کو سورۃ فاتحہ یاد ہوتی ہے۔ سبحان اللہ۔ یہ قوت حافظہ میں برکت تھی۔علم کی برکت تھی جو اللہ تعالیٰ نے عطا کر دی تھی۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا ذوق عبادت:

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں منیٰ کے بازار میں تھا۔ ایک بوڑھے آدمی نے مجھے دیکھا تو کہنے لگا کہ تجھے اللہ کا واسطہ، تو میری دعوت کو قبول کر لے۔ فرماتے ہیں کہ میں نوجوان تھا، اٹھتی جوانی تھی، میں نے دعوت قبول کر لی۔اس بوڑھے نے اسی وقت اپنی گٹھڑی کھولی اور اس میں جو کچھ بھی گڑ وغیرہ تھا اٹھا کے دستر خوان پر رکھ دیا۔ کہنے لگا کہ کھائیں۔فرماتے ہیں کہ میں نے بے تکلفی سے کھانا شروع کر دیا۔ وہ بڑے میاں تھوڑی دیر مجھے دیکھتے رہے پھر کہنے لگے، لگتا ہے کہ تو قریشی ہے۔ میں نے کہا، ہوں تو سہی لیکن آپ کو کیسے پتہ چلا۔ کہنے لگا کہ قریشی لوگ دعوت دینے میں بھی بے تکلف ہوتے ہیں اور قبول کرنے میں بھی بے تکلف ہوتے ہیں۔ میں نے کہا ٹھیک ہے۔

میں نے کھانے کے دوران ان سے پوچھا کہ آپ کہاں سے آئے ہیں؟ کہنے لگے، مدینہ سے حج کرنے آئے ہیں۔ میں نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی باتیں پوچھیں، انہوں نے کچھ سنائیں۔ جب انہوں نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں میرا شوق اور جذبہ دیکھا تو مجھے کہنے لگے، کیا آپ چاہتے ہیں کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کریں؟ میں نے کہا، ہاں۔ کہنے لگے کہ یہ جو

زرد رنگ کا اونٹ کھڑا ہے یہ خالی ہے۔ ہم نے کل مدینے جانا ہے، اگر آپ چاہتے ہیں تو یہ اونٹ ہم آپ کے حوالے کر دیتے ہیں، آپ آرام سے مدینے پہنچ جائیں گے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے بھی ارادہ کر لیا۔ میں اس اونٹ پر سوار ہو کر مدینے کی طرف روانہ ہوا۔ مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ جانے میں ہمیں سولہ دن لگے اور سولہ دن میں میرے سولہ قرآن مجید مکمل ہو گئے۔ آج کل کئی لوگوں کو پریشانی ہوتی کہ ایک دن میں ایک قرآن کیسے پڑھ لیا۔

روزانہ تیس پاروں کی تلاوت:

قریب کے زمانے کی بات سن لیں۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ نے خود ''یادِ ایام'' میں اپنے بارے میں لکھوایا ہے کہ جن دنوں محراب (مصلیٰ) سناتا تھا یعنی تراویح پڑھاتا تھا تو میرا معمول تھا کہ جو پارہ پڑھنا ہوتا میں اسے دن میں تیس مرتبہ پڑھ لیا کرتا تھا۔ اس طرح ایک قرآن پاک کی تلاوت کے برابر تلاوت ہو جاتی۔ یہ تو قریب کے زمانے کے لوگ ہیں جن کی ان گنہگار آنکھوں نے بھی زیارت کی ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا بے مثال حافظہ:

آج کل تو حاجی حضرات آٹھ دن مسجد نبوی میں گزار کے آتے ہیں اور ایک قرآن پاک پڑھ کے محبوب ﷺ کو تحفہ دے کر نہیں آتے۔ بے عملی کا یہ حال ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جب میں مسجد نبوی پہنچا تو دیکھا کہ نماز کے بعد ایک بڑی عمر کے آدمی ایک اونچی جگہ پر بیٹھ گئے۔ انہوں نے ایک چادر باندھی ہوئی تھی دوسری اوپر لپیٹی ہوئی تھی۔ انہوں نے قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ کہنا شروع کر دیا۔ میں سمجھ گیا کہ یہی امام مالک رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ یہ وہ

دن تھے جب امام مالک رحمۃ اللہ علیہ احادیث کی املا کروا رہے تھے، میں بھی بیٹھ گیا۔ میرے پاس لکھنے کے لئے کچھ بھی نہیں تھا۔ میں نے سننا شروع کر دیا۔ مجھے اپنے سامنے ایک تنکا پڑا نظر آیا تو میں نے تنکا اٹھا لیا اور تنکے سے اپنی ہتھیلی کے اوپر وہی الفاظ لکھنے شروع کر دیئے۔ دوسرے لوگ تو قلم کے ساتھ کاغذوں پر لکھ رہے تھے اور میں اس تنکے کے ساتھ اپنی ہتھیلی پر لکھ رہا تھا۔ کبھی کبھی میں وہ تنکا زبان سے لگا لیتا جیسے کہ قلم کو دوات میں ڈال کر سیاہی لگاتے ہیں۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے 127 احادیث اس محفل میں لکھوائیں حتیٰ کہ اگلی نماز کا وقت قریب ہو گیا تو انہوں نے محفل موقوف کر دی۔ میں چونکہ ان کے قریب بیٹھا تھا اور میرے اوپر ان کی نظر بھی تھی اس لئے انہوں نے مجھے اشارے سے اپنی طرف بلایا۔ جب میں قریب آیا تو پوچھا، نوجوان! آپ کہاں سے آئے ہیں؟ میں نے بتایا کہ مکہ مکرمہ سے آیا ہوں۔ میرا نام محمد ابن ادریس ہے۔ پوچھنے لگے کہ آپ ہتھیلی پہ کیا لکھ رہے تھے؟ عرض کیا کہ حدیث پاک۔ کہنے لگے، دکھاؤ۔ جب ہتھیلی دیکھی تو صاف، کچھ بھی نظر نہ آیا۔ کہنے لگے کہ اس پر تو کچھ نہیں لکھا ہوا۔ میں نے کہ میں تو اپنے منہ سے نمی لے کر اس کے ساتھ لکھ رہا تھا۔ فرمانے لگے کہ یہ تو حدیث پاک کے ادب کے خلاف ہے۔ میں نے کہا کہ حضرت! بات یہ ہے کہ میں مسافر ہوں، میرے پاس نہ کاغذ ہے نہ قلم۔ میں ظاہراً ایک عمل کر رہا تھا کہ جیسے املا کر رہا ہوں مگر حقیقت میں تو میں اپنے دل پر لکھ رہا تھا۔ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، یہ تو تب مانیں جب ان میں سے دس احادیث صحیح متن اور سند کے ساتھ سنا دو۔ فرماتے ہیں کہ میں نے پہلی حدیث سے سنانا شروع کیا ایک سو ستائیس

احادیث متن، سند اور اسی ترتیب کے ساتھ ساتھ ان کو سنا ڈالیں۔ تو یہ کیا چیز تھی؟ یہ قوت حافظہ میں برکت تھی۔ ایک مرتبہ سننے سے ہی احادیث زبانی یاد ہوگئیں۔

حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کا حافظہ:

قریب کے زمانے میں ہمارے اکابرین علما دیوبند ارجمند کے علوم میں اللہ تعالی نے بہت برکت عطا کی تھی۔ ایک مرتبہ شیخ الہند محمود حسن رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے شاگرد سے فرمایا کہ بارش کا موسم ابھی ختم ہوا ہے اور بارش کے موسم میں کتابوں کو نمی کی وجہ سے دیمک لگنے کا خطرہ بڑھ جاتا ہے تو بہتر ہے کہ ہم یہ کتابیں باہر دھوپ میں رکھ دیں، اچھی طرح دھوپ لگ جائے گی تو اندر رکھ دیں گے۔ اگر کسی کی جلد خراب ہوئی اور صفحہ درست نہ ہوا تو اسے بھی ٹھیک کر دیں گے۔ چنانچہ وہ شاگرد یہ کام کرنے لگ گیا۔

اس زمانے میں زیادہ کتابیں مخطوطہ ہوتی تھیں۔ شاگرد نے ایک کتاب نکالی اور کہنے لگا، حضرت! اس کے تو پانچ چھ صفحے دیمک نے چاٹ لئے ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ اس جگہ پانچ چھ صفحے سفید لگا دو۔ اس نے سفید کاغذ لگا کے دھوپ میں رکھ دیا۔ جب خشک ہو گئے تو کہنے لگا، حضرت! اب کیا کروں؟ فرمانے لگے، بھئی! جو عبارت موجود نہیں ہے وہ اس پر لکھ دو۔ اس نے کہا، حضرت! میں نے تو یہ کتاب پچھلے سال پڑھی تھی، مجھے تو زبانی یاد نہیں۔ فرمانے لگے، اچھا! پچھلے سال پڑھی ہوئی کتاب زبانی یاد نہیں۔ بتاؤ کونسی کتاب ہے؟ اس نے کہا میبذی۔ حالانکہ یہ کتاب چھوٹی سی ہے، لیکن مشکل کتابوں میں سے ہے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، کہاں سے کتاب کی عبارت منقطع ہوئی

ہے؟ اس نے آخری لفظ بتایا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے آگے لکھوانا شروع کر دیا۔ اسی جگہ بیٹھے ہوئے عبارت کچھ صفحے اپنی یادداشت سے زبانی لکھوا دیئے۔ یہ علم کی برکت تھی۔ کتاب پڑھے ہوئے سالوں گزر جاتے تھے مگر عبارت یاد رہتی تھی۔

ایک دینار کی برکت:

جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مرید بڑا پریشان ہو کر کہنے لگا حضرت! حج کا ارادہ ہے لیکن کچھ بھی پاس نہیں۔ فرمایا، حج پر جاؤ اور میری طرف سے یہ دینار لے کر جاؤ۔ اس نے کہا بہت اچھا۔ وہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے دینار لے کر باہر نکلا۔ ابھی بستی کے کنارے پر ہی تھا تو دیکھا کہ ایک قافلہ جا رہا تھا۔ اس نے بھی قافلے والوں کو سلام کیا۔ انہوں نے جواب دیا۔ پوچھا، بھئی! بتاؤ کہاں کا ارادہ ہے؟ انہوں نے کہا کہ حج پر جا رہے ہیں۔ اس نے کہا، میں بھی حج پر جا رہا ہوں مگر میں تو پیدل چلوں گا۔ وہ کہنے لگے کہ ایک آدمی نے ہمارے ساتھ جانا تھا وہ بیمار ہو گیا۔ جس کی وجہ سے وہ پیچھے رہ گیا ہے، اس کا اونٹ خالی ہے، آپ اس پر سوار ہو جایئے۔ یہ شخص اونٹ پر بیٹھ گیا۔ اب جہاں قافلے والے رکتے اور کھانا پکاتے اس کو مہمان سمجھ کر ساتھ کھلاتے۔ پورا حج کا سفر اس نے اسی طرح طے کیا۔ آخر کار ان کے ساتھ حج کر کے واپس آیا اور بستی کے کنارے پر انہوں نے اسے اتارا۔ اس کو کہیں بھی پیسہ خرچ کرنے کی ضرورت پیش نہ آئی۔ شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا کہنے لگا، حضرت! عجیب حج کیا، میں تو مہمان ہی بن کر پھرتا رہا اور اب یہاں پہنچ گیا ہوں۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تمہارا کچھ خرچ ہوا؟ عرض کیا، کچھ بھی خرچ نہیں ہوا۔ فرمانے لگے

کہ، میرا دینار واپس کر دو۔ اللہ والوں کا ایک دینار بھی خرچ نہیں ہوتا۔ برکت ایسی ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس دینار کو خرچ ہی نہیں ہونے دیتے۔ یہ مال میں برکت تھی جو اللہ تعالیٰ نے عطا فرما دی تھی۔

ایک سبق آموز واقعہ:

حضرت خواجہ محمد عبدالمالک رحمۃ اللہ علیہ چوک قریشی والے اپنے آپ کو بکروال کہا کرتے تھے۔ بہت بڑے شیخ تھے۔ انہوں نے یہ واقعہ مسجد میں بیٹھ کر با وضو سنایا اور اس عاجز نے مسجد میں بیٹھ کر با وضو سنا۔ اب مسجد میں با وضو آپ حضرات کو سنا رہا ہوں، پوری ذمہ داری کے ساتھ، الفاظ میں تبدیلی تو ہو سکتی ہے مفہوم میں تبدیلی نہیں ہو سکتی۔ سمجھ گئے تو یہ روایت بالمعنی ہے کہ مفہوم بالکل وہی ہوگا الفاظ اپنے ہوں گے۔

فرمانے لگے کہ میں اللہ اللہ کیا کرتا تھا اور اپنے شیخ کی بکریاں چرایا کرتا تھا۔ بکریاں خود بھی کھاتیں اور میں بھی گھاس توڑ توڑ کر ان کو کھلاتا۔ جب بکریاں واپس آتیں تو میں شام کو گھاس کی ایک گٹھڑی بھی سر پر لے آتا تاکہ رات کو بھی بکریاں گھاس کھائیں۔ میرے دوست احباب تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں بیٹھتے اور میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی بکریاں چرایا کرتا تھا۔

ایک دفعہ خواجہ فضل علی قریشی رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اشارہ ہوا کہ تم عبدالمالک کو خلافت دے دو۔ فرماتے ہیں کہ جب خلافت ملی تو میں بہت حیران ہوا کہ میں تو اس قابل نہیں تھا۔ ایک دو گھنٹہ تو روتا ہی رہا۔ دوسرے خلفا نے تسلی دی کہ جب اللہ تعالیٰ نے ایک بوجھ سر پر رکھا ہے تو اٹھانے کی توفیق بھی دیں گے۔ کہنے لگے کہ میں نے اپنے دل میں نیت کر لی کہ میں تو کچھ بھی نہیں

ہوں ۔اگرچہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے یہ امانت دے دی ہے ۔مگر میں یہ آگے کسی کو دینے کا اہل نہیں اس لئے میں کسی شخص کو بیعت نہیں کروں گا۔اسی طرح حضرت کی خدمت میں ایک سال گزر گیا۔

ایک دفعہ سردیوں کے موسم میں آگ سینک رہے تھے کہ میری طرف غصے سے دیکھا۔میرے تو پاؤں کے نیچے سے زمین ہی نکل گئی۔ میں نے پوچھا حضرت! خیریت تو ہے؟ فرمانے لگے کہ ابھی ابھی مجھے کشف میں نبی ﷺ کا دیدار نصیب ہوا ہے ۔محبوب ﷺ نے فرمایا ہے کہ عبدالمالک سے کہو کہ اس نعمت کو تقسیم کرے ورنہ ہم اس نعمت کو واپس لے لیں گے، اور چونکہ محبوب ﷺ کی طرف سے یہ حکم ہے اس لئے تم اپنا بستر اٹھاؤ اور جیسے ہی اندھیرا ختم ہو اپنے گھر جاؤ۔ وہاں جا کے لوگوں کو اللہ اللہ سکھاؤ۔ میں تو روتا رہ گیا اور حضرت نے میرا سامان میرے سر پر رکھا اور خانقاہ سے رخصت کر دیا۔فرمانے لگے کہ میں نے نکلتے نکلتے کہا حضرت! میں اب کوئی کام کرنے کے قابل نہیں ہوں کیونکہ اتنے سال ذکر اذکار میں گزار دیئے، اس لئے میرے لئے رزق کی دعا فرما دیں۔فرمایا کہ اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ (اللہ تعالیٰ صبر والوں کے ساتھ ہے) میرے قریبی تعلق داروں اور رشتہ داروں میں کوئی ایک رشتہ گھر والوں نے پہلے ہی طے کیا ہوا تھا۔ چنانچہ گھر آتے ہی ماں باپ نے میری شادی کر دی۔شادی بھی عجیب کہ اس کے بعد کھانے کے لئے ہمارے پاس کچھ ہوتا ہی نہیں تھا۔ بیوی مجھے ایسی صابرہ ملی کہ وہ مجھے کہتی کہ آپ درخت کے پتے ہی لے آئیں۔ میں درخت کے پتے لاتا وہ بھی کھا لیتی میں بھی کھا لیتا اور ایک وقت کا گزارہ کر لیتے۔

ایک دن میرا ایک پیر بھائی میرے گھر آیا۔ وہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے پاس گیا ہوا تھا۔ جب وہ آنے لگا تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اسے ایک چھوٹی سی دس کلو گندم کی بوری دی اور ایک رقعہ دیا اور فرمایا کہ یہ عبدالمالک کو دے دینا۔

وہ دوپہر کو میرے گھر پہنچا اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ پسینے میں شرابور بوری سر پر اٹھائی ہوئی تھی۔ میں نے پوچھا، سناؤ بھئی! کہاں جا رہے ہو؟ اس نے کہا، خانقاہ شریف۔ وہ یہ سمجھا کہ پوچھ رہے ہیں کہ کہاں سے آ رہے ہو؟ اب میں کچھ پوچھ رہا تھا وہ کچھ بتا رہا تھا۔ میں نے اسے بٹھایا کہ یہ خانقاہ شریف جا رہا ہے اور لنگر کے لئے یہ گندم لے کر جا رہا ہے۔ گھر آ کر بیوی سے کہا کہ مہمان کے لئے کھانا دو۔ اس نے کہا کہ گھر میں تو کچھ بھی نہیں ہے۔ مگر بیوی سمجھدار تھی۔ اس نے مجھے کہا کہ اگر وہ حضرت کی خانقاہ کے لئے گندم لے کے جا رہا ہے تو اس سے جا کے اجازت مانگ لو کہ ہم اس گندم میں سے تھوڑی سی پیس لیں۔ پھر اس آٹے کی روٹی پکا کر اس کو کھلا دیتے ہیں۔ کہنے لگے کہ اس میں بھلا کونسی شرم کی بات ہے۔ میں نے اسے کہا کہ اگر اجازت ہو تو اسی گندم میں سے تھوڑی سے روٹی بنا دی جائے۔ وہ فرمانے لگے کہ میں یہ سمجھا کہ گندم تو گھر میں بھی پڑی ہے لیکن چونکہ آپ میرے حضرت سے لائے ہیں تو برکت کے لئے ہم اسی میں سے روٹی پکا دیتے ہیں۔ کہنے لگے کہ ہاں اسی میں سے پکا دیں۔ میں نے اس میں سے تھوڑی سی گندم لی، بیوی کو دی، اس نے چکی میں ڈالی اور آٹا نکال کر اور چکی کے پاٹوں کو اچھی طرف صاف کر کے پورے آٹے کی روٹی پکا کر سامنے رکھ دی۔

جب مہمان نے روٹی کھالی تو ہم نے اسے لسی پلا کے سلا دیا۔ سونے کے بعد

جب وہ اٹھا تو اس نے ایک رقعہ دیا۔ میں نے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ اس نے کہا کہ یہ بھی حضرت نے دیا ہے۔ تب بات سمجھ میں آئی کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے وہ گندم کی چھوٹی سی بوری اس عاجز کی خانقاہ کے لئے دی تھی۔ کہنے لگے کہ میں خانقاہ کا لفظ سن کے حیران ہوا۔ خود کھانے کو ملتا نہیں اور لنگر کے لئے گندم آئی ہے۔ میں نے بیوی کو جا کر بتایا۔ کہنے لگی کہ پڑھو تو سہی لکھا کیا ہے۔ میں نے پڑھا تو لکھا ہوا تھا کہ عبدالمالک! تم اللہ اللہ کرو اور کراؤ اور اس گندم کو کسی بند جگہ میں ڈال دو اور اس رقعے کو بھی اسی میں ڈال دینا اور ایک سوراخ بنا لینا اور اس میں سے تم گندم نکال کر استعمال کرنا، یہ تمہارے لنگر کے لئے ہے۔ نیچے لکھا ہوا تھا کہ اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصَّابِرِیْن ۔(اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے)۔

میری بیوی نے ایک بند جگہ میں وہ گندم ڈال دی۔ اوپر سے ڈھکنا اچھی طرح بند کر دیا۔ میری بیوی نے اس کے نیچے گندم نکالنے کے لئے سوراخ بنا دیا۔ وقتاً فوقتاً وہ اس میں سے کچھ گندم نکالتی اور استعمال کرتی۔ الحمدللہ آج اس گندم کو استعمال کرتے ہوئے ہمیں چالیس سال گزر گئے ہیں۔ آج بھی میری خانقاہ میں دو تین سو سالکین تک کا روزانہ مجمع رہتا ہے اور سال کے آخر پر ہزار سے زیادہ لوگ اجتماع میں شریک ہوتے ہیں۔ چالیس سال سے ہم لوگ اسی گندم کو استعمال کر رہے ہیں۔

برکت میں کمی:

آج برکت کی کمی کی وجہ سے ہم مارے مارے پھرتے ہیں۔ ہمارے اعمال میں اور مال میں برکت نہیں ہوتی۔ بعض لوگ اپنے کاروبار کی بات کرتے

ہوئے کہتے ہیں کہ حضرت! پیسہ آنے کا تو پتہ چلتا ہے مگر جانے کا پتہ نہیں چلتا، سمجھ نہیں آتی۔ حضرت! پہلے تو مٹی کو ہاتھ لگاتے تھے تو سونا بن جاتی تھی اور اب تو سونے کو ہاتھ لگاتے ہیں مٹی بن جاتا ہے۔ ایک وقت تھا لاکھوں روپے لوگوں سے لینے تھے مگر آج لاکھوں دینے ہیں۔

ایک عبرتناک واقعہ:

ایک آدمی کو اللہ نے اتنی زرعی زمین دی کہ تین ریلوے اسٹیشن اس کی زمین میں بنے ہوئے تھے۔ یعنی پہلا ریلوے اسٹیشن بھی اس کی زمین میں دوسرا بھی اس کی زمین میں اور تیسرا بھی اس کی زمین میں تھا۔ اتنی جاگیر کا مالک کروڑوں پتی بندہ تھا۔ ایک مرتبہ دوستوں کے ساتھ شہر کے مرکزی چوک میں کھڑا ہوا باتیں کر رہا تھا۔ دوستوں نے کہا کہ کاروبار کی کچھ پریشانیاں ہیں۔ وہ ذرا موڈ میں آکے کہنے لگا ''او! بھوکے ننگو، تمہارے پلے ہے ہی کیا''۔ کبھی کبھی جب پیٹ بھر کھانے کو مل جاتا ہے نا تو بندہ خدا کے لہجے میں بولنا شروع کر دیتا ہے۔ اس نے دوستوں کو کہا کہ تم پریشان رہتے ہو کہ آئے گا کہاں سے اور میں تو پریشان پھرتا ہوں کہ لگاؤں گا کہاں پہ۔ بس یہ عجب کا بول اللہ تعالیٰ کو ناپسند آ گیا۔ بیمار ہو گیا اور چند مہینوں کے بعد خود تو دنیا سے رخصت ہوا اور ایک بیٹا پیچھے چھوڑا۔ جوان العمر بیٹا جب سر پر باپ نہیں اور کروڑوں کا سرمایہ ہاتھ میں ہے تو پھر اس کے کئی الٹے سیدھے دوست بن گئے۔ اس کو انہوں نے شراب اور شباب والے کاموں میں لگا دیا۔ اب جوانی بھی لٹ رہی ہے، مال بھی لٹا رہا ہے، وہ اپنی مستیاں اڑا رہا ہے۔ کسی

نے اس کو یہاں سے لاہور کا راستہ دکھا دیا، پھر کسی نے لاہور سے کراچی کا راستہ دکھا دیا، کسی نے اس کو جوئے خانے کا راستہ دکھا دیا۔ کسی نے کہا کہ کیا تم پاکستان میں پڑے ہو چلو باہر کسی ملک چلتے ہیں۔ اس نے اسے بنکاک کا راستہ دکھا دیا۔ پانی کی طرح اس نے پیسہ بہایا اور جوئے میں تو پھر کروڑوں ہارے۔ حتیٰ کہ جتنا بنک میں تھا سارا لگ گیا۔ زمینیں بکنا شروع ہو گئیں۔ آہستہ آہستہ ایک ایک مربع زمین بکتی گئی اور وہ لگاتا گیا۔ ایک وہ وقت آیا جب ساری زمینیں بک گئیں، پھر وہ وقت آیا کہ وہ نوجوان جس گھر میں رہتا تھا اس کو وہ گھر بھی بیچنا پڑا۔ اب اس کے پاس اپنا گھر نہیں تھا، کھانے کے لئے اس کے پاس کچھ نہیں تھا۔ جس جگہ پر اس کے باپ نے بڑا بول بولا تھا اس کا بیٹا اسی جگہ پر آ کر کھڑا ہوتا اور لوگوں سے بھیک مانگا کرتا تھا۔ اللہ اکبر کبیراً

اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَعُوْذُبِکَ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَ مِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا۔

رزق کی برکت کی ایک عجیب مثال:

اچھی طرح سمجھ لیں کہ ہمارے مسائل کا حل برکت میں ہے۔ مال کی برکت، رزق کی برکت، عمر کی برکت، وقت کی برکت، علم میں برکت غرض جس چیز میں بھی اللہ تعالیٰ برکت دے دیں گے وہ چیز اس کی ضرورت سے زیادہ ہو جائے گی۔ چنانچہ ہمارے ایک بزرگ تھے ان کے بیٹے نے کہا کہ ابا جی! برکت کا لفظ تو بڑا سنتے رہتے ہیں مجھے وضاحت سے سمجھائیں کہ یہ برکت ہے کیا؟ فرمانے لگے کہ ادھر آؤ۔ چنانچہ وہ اسے لے گئے اور اپنے گھر کا گیزر دکھایا۔ فرمانے لگے کہ یہ برکت ہے۔ وہ گیزر دیکھ کے بڑا حیران ہوا، کہنے لگا ابا جی! یہ برکت کیسے ہوگئی۔ وہ کہنے لگے کہ بیٹا! آپ کی عمر بیس سال ہے اور آپ کی پیدائش سے

پہلے میں نے یہ گیزر لگوایا تھا۔ آج تک اس میں خرابی نہیں آئی۔ اسی کو رزق میں برکت کہتے ہیں۔ تیس تیس سال تک چیزیں خراب ہی نہیں ہوتیں، ڈاکٹر کے پاس جانا بندے کو یاد ہی نہیں ہوتا، کبھی سر میں بھی درد نہیں ہوتا۔ یہ رزق کی برکت ہوتی ہے۔

اسلاف کی زندگیوں میں برکت:

ہمارے اسلاف کی زندگیوں میں برکت تھی۔ اسی لئے ان کو دو روپے کافی ہوتے تھے اور تیسرا روپیہ جو مدرسے سے ملتا تھا وہ بھی غریبوں میں صدقہ کر دیتے تھے یا وہ بھی اسی دارالعلوم میں واپس دے دیا کرتے تھے۔ اور آج تو سلیمان علیہ السلام کی مچھلی کی طرح ہم نے منہ کھولے ہوئے ہیں بس رزق ڈالا جا رہا ہے اور ہم کہتے ہیں کہ هَلْ مِنْ مَّزِيْد (اور ہے، اور ہے)

صحابہ رضی اللہ عنہم کرام کے رزق میں برکت:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مال میں اللہ رب العزت نے اتنی برکت دی تھی کہ ایک بندہ مدینہ میں اپنے مال کی زکوۃ لے کر نکلتا کہ میں کسی مستحق کو دے سکوں۔ سارا دن مدینے میں پھرتا، لوگوں سے پتہ کرتا مگر اسے ایک بندہ بھی زکوۃ کا مستحق نظر نہیں آتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے سب کے رزق میں برکتیں دے رکھی تھیں۔ سب لینے کی بجائے دینے والے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کے رزق اور اولاد میں برکت:

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے مجھے دعا دی کہ اللہ! اس کے رزق اور اولاد میں برکت عطا فرما۔ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا ایسی

پوری ہوئی کہ میرے پاس اتنا مال تھا کہ سونے کی اینٹوں کو میں لکڑی کاٹنے والے کلہاڑے سے توڑا کرتا تھا۔ ماشاء اللہ۔فرماتے تھے کہ میرے گھر میں درہم و دینار کا اتنا ڈھیر لگ جایا کرتا تھا کہ اس کے پیچھے بندہ چھپ جایا کرتا تھا۔اللہ تیری شان، اولاد اتنی کہ میں نے اپنی زندگی میں ایک سو سے زیادہ پوتے پوتیاں،نواسے نواسیاں اپنی آنکھوں سے دیکھیں۔سبحان اللہ،

برکتوں کا حصول کیسے ممکن ہے؟

اگلا سوال یہ ذہن میں آتا ہے کہ یہ برکت ہماری زندگی میں کیسے آئے گی؟ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں وَ لَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰى اٰمَنُوْا وَ اتَّقَوْا (اگر یہ بستی والے ایمان لاتے اور تقویٰ اختیار کرتے) لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ (ہم آسمان اور زمین سے ان کے لئے برکتوں کے دروازوں کو کھول دیتے)۔تو معلوم ہوا کہ تقویٰ اور پرہیز گاری سے انسان کی زندگی میں برکتیں آتی ہیں اور جب انسان پرہیز گاری کی بجائے گناہگار بن جاتا ہے تو پھر برکتوں کے دروازے بند ہو جاتے ہیں۔اب اس دروازے کو کھولنے کا سوچ ہمارے ہاتھ میں ہے،اس دروازے کو کھولنے کی کنجی ہمارے ہاتھ میں ہے۔ہم اگر گناہوں والی زندگی گزاریں گے تو دروازہ بند ہو جائے گا اور اگر ہم پرہیزگاری والی زندگی گزاریں گے تو دروازہ کھل جائے گا۔

ہم الزام ان کو دیتے تھے قصور اپنا نکل آیا

شکوے اللہ تعالیٰ کے کرتے پھرتے ہیں اور یہ پتہ نہیں کہ برکتوں کو تو ہم نے روکا ہوا ہے۔اللہ تعالیٰ برکتیں دیتے ہیں لیکن گناہ ان برکتوں کو پیچھے ہٹا دیتے

ہیں۔

پریشانیوں کی بارش:

یوں سمجھئے کہ پریشانیوں کی بارش ہو رہی ہے اور اللہ رب العزت کی رحمت کی چادر نے ہمیں پریشانیوں کی اس بارش سے بچایا ہوا ہے۔ لیکن جب ہم گناہ کرتے ہیں تو اس چادر میں ایک سوراخ ہو جاتا ہے۔ جتنے گناہ کرتے ہیں اتنے سوراخ ہوتے جاتے ہیں۔ اتنے سوراخوں سے پریشانیاں ہمارے اوپر آتی ہیں۔ کئی لوگوں نے تو اس کو چھلنی بنایا ہوا ہے اور وہ کہتے ہیں کہ پریشانیوں کی بارش بڑی تیز ہے۔ حضرت! اللہ تعالیٰ ہماری دعا سنتا نہیں، پریشانیوں کے اندر ہم تو ہر وقت ڈوبے پڑے ہیں۔

برکت مانگنے کا طریقہ:

انسان سچی توبہ کرے، اپنے گناہوں سے معافی مانگے، پروردگار عالم کے در پہ آ کے روئے، معافی مانگے کہ رب کریم! مجھ سے خطا ہوئی، میں بھولا رہا، میرے مالک! مجھے معاف کر دیجئے، میں بہت پریشان حال ہوں، میں کس کس کو اپنے دکھڑے سناؤں گا، میرے پروردگار! مخلوق کے سامنے ذلیل ہونے سے بچا لیجئے اور اپنے در پر ہی سب کچھ مجھے عطا فرما دیجئے۔ جب انسان اس طرح توجہ کے ساتھ اور محبت کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے مانگے گا پھر اللہ تعالیٰ اس کے پچھلے گناہوں کو معاف کر دیں گے تاکہ آئندہ اس کی زندگی میں برکت عطا فرمائیں گے۔

ہمیں اللہ رب العزت کے سامنے آج کی اس محفل میں سچی توبہ کرنی ہے،

معافی مانگنی ہے تاکہ ہم دین کا کام کریں، نیکی کا کام کریں، تقویٰ اور طہارت کی زندگی گزاریں، اپنے رب کی یادوالی زندگی گزاریں اور در در کے دھکے کھانے سے ہماری جان چھوٹ جائے۔

دعا مانگنے کی شرائط:

مانگنے کی بھی کچھ شرائط ہوتی ہیں۔ اگر ایک آدمی کسی کے سامنے ہاتھ پھیلا دے اور اپنا منہ دوسری طرف کر لے تو وہ کچھ دے گا؟ نہیں بلکہ اس کے منہ پر ایک تھپڑ مارے گا۔ ہمارا حال یہی ہوتا ہے کہ ہم دعا پڑھ رہے ہوتے ہیں اور دل کی توجہ کہیں اور ہوتی ہے۔ یاد رکھیں! دعائیں پڑھنے سے قبول نہیں ہوتیں دعائیں مانگنے سے قبول ہوا کرتی ہیں۔ آج ہم میں سے اکثر دعائیں پڑھنے والے ہیں۔

دعا مانگنا اسے کہتے ہیں جب دل سے نکل رہی ہو۔ یاد رکھنا! اِنَّ رَبِّیْ لَسَمِیْعُ الدُّعَا (میرا پروردگار دعا کو یقینی بات ہے کہ سنتا ہے)۔ بلکہ زبان سے نکلے الفاظ کو ہی نہیں وہ دل سے نکلی دعا کو بھی سنا کرتا ہے۔ پروردگار سنتا ہے خدا کے بندو! انسانوں کے دل گونگے ہوتے ہیں وہ پروردگار سے کچھ مانگتے ہی نہیں۔ جب دل مانگے گا پروردگار اسی وقت عطا کرے گا۔

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے
پر نہیں طاقت پرواز مگر رکھتی ہے

وَ اٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ